بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

حافظ صلاح الدین یوسف

المیۂ کارگل اور اس کا اسلامی حل

کشمیر کا مسئلہ نیا نہیں، بلکہ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی یہ مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جن اُصولوں پر متحدہ ہند کی تقسیم عمل میں آئی تھی، ان میں ایک اُصول یہ بھی تھا کہ مسلم اکثریت کے علاقے پاکستان میں شامل ہوں گے۔ لیکن اس وقت کشمیر میں ڈوگرہ راج نے اس اصول کے برخلاف بھارت کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اسے پاکستان میں شامل نہیں ہونے دیا۔ اس وقت سے آج تک پاکستان کا بننے والا یہ حصہ ایک متنازعہ صورت میں قائم چلا آرہا ہے۔

اس مسئلے پر تین جنگیں بھی ہو چکی ہیں لیکن یہ مسئلہ جوں کا توں ہے۔ اس کی ایک وجہ تو قابض ملک بھارت کا وہ رویہ ہے جو عدل وانصاف کے مسلمہ اُصولوں اور بین الاقوامی ضابطوں کے سراسر خلاف ہے۔ دوسرے، استعماری ملکوں کے مفادات ہیں جو اس وقت قوت کے نشے میں مخمور دنیا کے چودھری بنے ہوئے ہیں، وہ اس کے حل میں رکاوٹ ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہ مسئلہ پاکستان کی خواہش کے مطابق حل ہو۔ تیسرے، بھارت جو نسبتاً پاکستان سے بڑا ملک ہے اور کافر ہے، بینُ الاقوامی طاقتیں اسے ناراض کرنا پسند نہیں کرتیں، بلکہ اس کی ناز برداری میں لگی رہتی ہیں۔ چوتھے، خود پاکستانی حکمرانوں کا رویہ بھی اس میں رکاوٹ چلا آرہا ہے، جس کی مختصر تفصیل حسبِ ذیل ہے :

ہمارے پاکستانی حکمران بدقسمتی سے جہاد کی اہمیت اور جذبے سے عاری ہی رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں اس مسئلے پر پہلی مرتبہ جنگ ہوئی۔ پاکستانی فوج کے ساتھ مجاہدین نے بھی دادِ شجاعت دی اور وہ سرینگر کے قریب پہنچنے والے تھے کہ بھارتی وزیر اعظم نہرو نے سلامتی کونسل کے ذریعے سے جنگ بندی کروا دی اور اس وقت اس نے وعدہ کیا کہ کشمیریوں کو حق خود ارادیت دیا جائے گا اور وہ اپنا فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں گے۔ لیکن بعد میں وہ اس وعدے سے مکر گیا اور آج تک یہ وعدہ تشنۂ تکمیل ہے۔ دوسری مرتبہ ۱۹۶۵ء میں پھر کشمیر میں جہادی تحریکیں شروع ہوئیں، جس کا مطلب بھارت کو استصوابِ رائے پر مجبور کرنا تھا۔ لیکن بھارت بجائے اس کے کہ اپنا وہ وعدہ پورا کرتا، اس نے رات کی تاریکی میں پاکستان پر حملہ کر دیا اور ۱۷ روز تک یہ پاک بھارت جنگ بھرپور انداز سے جاری رہی اور اس میں وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ تاہم اس کا ایک یہ فائدہ اسے ضرور حاصل ہوا کہ کشمیر کی تحریکِ حریت پھر دب

گئی۔ تیسری جنگ ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ اس دفعہ اگرچہ براہِ راست اس کا باعث مسئلہ کشمیر نہ تھا، تاہم پس منظر میں اس کی کارفرمائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۹۶۵ء میں ایوب خاں کی اور ۱۹۷۱ء میں یحییٰ خان کی حکمرانی تھی۔ ان دونوں حکمرانوں نے بھی جہاد کو کوئی اہمیت نہ دی، جس کی وجہ سے جنگ کے باوجود قضیۂ کشمیر وہیں کا وہیں رہا۔ بلکہ ۱۹۷۲ء میں بھٹو صاحب نے شملہ معاہدہ کرکے کشمیریوں کی زنجیر غلامی کو اور کس دیا اور شعلۂ جہاد کو سرد کردیا۔ پھر جب افغانستان میں جہاد کا معرکہ سرگرم ہوا، اور وہاں اللہ نے جہادی قوتوں کو کامیابی سے ہمکنار اور روس جیسی سپرپاور کو شکست سے دوچار کیا، تو اس کے نتیجے میں ایک مرتبہ پھر کشمیریوں نے انگڑائی لی، جہاد کا شعلۂ مستور پھر بھڑکا اور خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریاں پھر شعلوں میں تبدیل ہوگئیں۔ اور یوں ۱۹۸۹ء میں کشمیر میں پھر جہاد کا آغاز ہوگیا۔ پاکستان نے بھی ہمیشہ کی طرح، اس دفعہ بھی اسے اَخلاقی امداد بہم پہنچائی، جو اس کا فریضہ بلکہ فریضے کا ایک حصہ تھا، کیونکہ پاکستان کا اصل فریضہ تو کشمیریوں کو حق خودارادیت دلوا کر اُنہیں پاکستان سے الحاق کا موقعہ فراہم کرنا تھا۔ اس کے لئے اسے کشمیریوں کو صرف اخلاقی امداد ہی مہیا کردینا کافی نہیں، بلکہ انہیں مادی اور عسکری امداد بھی فراہم کرنا ضروری ہے اور پاکستان کا ایسا کرنا ہرگز کشمیر میں مداخلت نہیں ہے، بلکہ اپنے فرض کی ادائیگی ہے۔ کیونکہ کشمیر بھارت کا حصہ نہیں، بلکہ اُصولی طور پر پاکستان کا حصہ ہے اور کشمیری پاکستانیوں کے بھائی ہیں، نسلی اعتبار سے بھی اور اسلامی ومذہبی نقطۂ نظر سے بھی۔ اس لئے پاکستان کا ان کی حمایت میں لڑنا اور ان کی تحریکِ جہاد کو تقویت پہنچانا ضروری اور اس سے اعراض وتغافل، اپنے فرض میں کوتاہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس دفعہ اس جہاد میں پاکستان کی جہادی تنظیموں نے بھی بھرپور حصہ لیا اور پاکستانی فوج نے بھی اپنے مخصوص دائرے میں اُس سے خوب تعاون کیا۔ بنابریں بھارت کی ۷ لاکھ فوج بھی کشمیریوں کے جذبۂ حریت کو کچلنے میں ناکام رہی، بلکہ بھارتی فوجوں کی مزاحمت اور ان کا ظلم وستم مجاہدین کے جذبہ جہاد کو فزوں تر کرتا اور اس شعلۂ مستور کو ہوا دیتا رہا

ع بڑھتا ہے ذوقِ جرم یاں ہر سزا کے بعد

پاک فوج اور مجاہدین کے باہم تعاون کا نقطۂ عروج کارگل اور دراس وغیرہ کی چوٹیوں پر قبضہ تھا یہ سارا علاقہ اصل میں تو پاکستانی تھا جو ۱۹۴۸ء کے جہاد میں حاصل کیا گیا تھا، لیکن ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اسے بھارت نے ہتھیا لیا تھا، پھر شملہ معاہدے نے بھارتی قبضے کو اور مضبوط کردیا۔ اس جہاد میں، جو دس سال سے جاری ہے، یہ علاقہ پاک فوج کی حکمتِ عملی اور مجاہدین کی ہمت وجراُت سے دوبارہ پاکستان کے قبضے میں آگیا۔ کارگل اور دراس وبٹالک وغیرہ کی یہ چوٹیاں کئی لحاظ سے اہمیت کی حامل ہیں۔

اولاً، یہ پاکستانی علاقہ ہے، بھارتی نہیں (جیساکہ وضاحت کی گئی) اس لئے پاکستان کا اس پر قبضہ کر

لینا، اپنی حدود سے تجاوز نہ تھا، بلکہ اپنے علاقے کا واگزار کرانا اور کھوئے ہوئے حصے کی بازیافت تھا۔

ثانیاً، یہ اس جہاد کے نتیجے میں حاصل ہوا تھا، جو دس سال سے جاری ہے، جس کی بنیاد یہ ہے کہ یہ کشمیر کا سارا علاقہ کشمیریوں کا ہے۔ بھارت کی حیثیت ایک غاصب اور قابض ملک کی ہے، ایک غاصب سے مالکوں اور حق داروں کا غصب شدہ چیز کو حاصل کر لینا مداخلت کاری نہیں بلکہ اپنے حق کی وصولی ہے۔ کشمیری جہاد کے ذریعے سے جتنا بھی علاقہ ایک غاصب فوج سے چھین لیں، یہ ان کا جائز اور قانونی حق ہے۔

ثالثاً، کنٹرول لائن مسلمہ بین الاقوامی سرحد نہیں کہ اسے تقدس کا درجہ حاصل ہو۔ بلکہ یہ ایک عارضی انتظام اور حل تھا کہ جنگ بندی کے وقت جو جہاں ہے وہیں رہے، اس سے آگے نہ بڑھے۔ لیکن کب تک؟ ہمیشہ کے لئے؟ نہیں، ہمیشہ کے لئے نہیں۔ کیونکہ عارضی انتظام دائمی نہیں ہوتا بلکہ محدود اور مؤقت ہوتا ہے۔ یہ عارضی انتظام ایک وعدے کا مظہر ہے اور وہ ہے سلامتی کونسل کی نگرانی میں استصوابِ رائے کے انعقاد کا۔ یعنی بھارت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کشمیریوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دے گا کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں یا بھارت کے ساتھ؟ پاکستان اور کشمیری عوام نے جو فریق دوم ہے اس وعدے پر اعتبار کر کے 'سٹیٹس کو' کو تسلیم کیا تھا اور سلامتی کونسل ایک ضامن اور ثالث کی حیثیت سے تیسرا فریق تھا۔ جب فریق اول اور فریق ثالث اپنا وعدہ پورا کرنے اور کرانے پر آمادہ نہ ہوں، تو فریق دوم کو یہ پورا حق حاصل ہے کہ وہ ایسی کارروائی کرے کہ جس سے مذکورہ دونوں فریق اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں اور اس عارضی انتظام کی بجائے مستقل بنیادوں پر اسے حل کریں۔ کارگل کی چوٹیوں کو سر کرنے میں یہی مقصد کار فرما تھا کہ دنیا کی توجہ اس طرف مبذول کی جائے تا کہ وہ بھارت کو اسکی ہٹ دھرمی سے ہٹا کر حق وانصاف کے مطابق اس مسئلے کو حل کرنے پر آمادہ کرے

رابعاً، یہ چوٹیاں اپنی بلندیوں کی وجہ سے مذکورہ مقصد کے حصول کے لئے بڑی مفید تھیں کیونکہ سیاچین کا وہ پاکستانی علاقہ جس پر بھارت نے ۱۹۸۴ء میں قبضہ کیا تھا اور اب وہاں اس کی پچاس ساٹھ ہزار فوج مستقل طور پر موجود ہے، اس تک پہنچنے کا واحد راستہ وہی ہے جو ان پہاڑوں کے دامنوں اور وادیوں سے گزرتا ہے۔ علاوہ ازیں ان بلند چوٹیوں پر موجود مجاہدین کے خلاف بھارت کوئی کامیاب کارروائی بھی نہیں کر سکتا، جیسا کہ مجاہدین کے دو ماہ کے قبضے سے بھارت کی یہ ناکامی واضح ہو کر سامنے آئی۔ بھارت نے زمینی اور فضائی دونوں قسم کی جنگی کارروائیوں کے ذریعے سے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ مجاہدین پر کوئی ایسی کاری ضرب لگائے کہ وہاں سے مجاہدین کا قبضہ ختم ہو جائے، لیکن وہ اس میں سخت ناکام رہا۔ اس اعتبار سے مجاہدین کے لئے یہ ایک نہایت محفوظ مقام اور حکمتِ عملی کے اعتبار سے ایک مؤثر ہتھیار تھا۔ وہ سیاچین کو جانے والی ہر رسد اور کمک کو آسانی سے نشانہ بنا سکتے تھے اور یوں کچھ عرصے

تک بھارت کا سیاچین تک پہنچنے کا واحد راستہ مسدود کر کے وہ ہزاروں بھارتی فوجیوں کو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا کر کے غاصب و ظالم بھارت سے اپنے بعض جائز مطالبات منوانے یا بھارت کو حق و انصاف کا اہتمام کرنے پر مجبور کر سکتے تھے۔

خامساً، مجاہدین کی اس کارروائی سے دنیا کے سامنے واضح ہو گیا کہ بھارتی افواج اپنی کثرت کے باوجود پاکستانی فوج اور مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس کا گھمنڈ خاک میں مل گیا، اس کی بڑائی کا بت پاش پاش ہو گیا اور جنوبی ایشیا میں اس کی بالادستی کا خواب بکھر کر رہ گیا۔ اس بنا پر بھارت کا سیکورٹی کونسل میں نشست حاصل کرنے کا خواب بھی چکنا چور ہو گیا۔

سادساً، اس فتح و ظفر سے پاکستان کا سر افتخار سے بلند ہو گیا، مجاہدین کی دھاک بیٹھ گئی اور پاکستان کو اقوامِ دنیا میں ایک خاص عظمت و وقار کا مقام حاصل ہوا۔

غاصب و ظالم بھارت کے مقابلے میں یہ کامیابیاں اللہ کی خاص مہربانی اور اس کا فضل و کرم تھا، اب ان حاصل شدہ کامرانیوں کا تحفظ نہایت ضروری تھا تاکہ اس دشمن کے حوصلے مستقبل میں بھی پست رہیں جو نہایت عیار اور مکار ہونے کے علاوہ بین الاقوامی استعمار کا آلہ کار اور اس کا لاڈلا بھی ہے۔ اور جو نہ صرف کشمیر پر اپنا ناجائز تسلط برقرار رکھنا چاہتا ہے بلکہ پاکستان کے وجود کو بھی ختم کرنا اس کے مذموم مقاصد میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں بھارت کے ۲۰، ۲۲ کروڑ مسلمان شہری بھی، جو آج تک بھارتی ظلم و جارحیت کا شکار چلے آ رہے ہیں سکھ کا سانس اسی وقت لے سکتے ہیں جب پاکستان مضبوط اور ناقابل تسخیر ہو۔

گویا اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بھارت پر جو عظمت و برتری عطا فرمائی تھی، اس کا تحفظ اس لئے ضروری تھا کہ بھارت مرعوب اور خوف زدہ رہے تاکہ:

- وہ کشمیر کا مسئلہ بھی حق وانصاف کے مطابق حل کرنے پر آمادہ ہو۔
- پاکستان کے بارے میں جو مکروہ عزم وہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے، اسے دل سے نکال دے اور پورے شرحِ صدر سے پاکستان کا وجود تسلیم کر کے ایک امن پسند ہمسائے کی طرح پاکستان سے معاملہ کرے۔
- بینُ الاقوامی طاقتوں کے بھرّے اور غرّے میں آکر بالادست بننے کا خواب دیکھنا چھوڑ دے۔
- بھارتی مسلمانوں کو وہ تمام شہری حقوق دے جو ان کا مسلمہ حق ہے اور ان پر ظلم و ستم کا سلسلہ بند کر دے لیکن افسوس موجودہ حکمران بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح ہی بزدل ثابت ہوئے اور اپنی بزدلی کی وجہ سے حاصل شدہ کامیابیوں کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے کی بجائے اپنی کامیابیوں کو

ناکامی میں، عزت وافتخار کو ذلت میں اور بلندیوں کو پستی میں تبدیل کر دیا، اپنی کلاہِ عظمت کو داغ دار کر لیا اور کشمیر کے قضیے کے حل کی طرف پیش رفت کے سنہری موقعے کو نہ صرف ضائع کر دیا، بلکہ آئندہ کے لئے اس کے امکانات کو مزید مخدوش بنادیا۔

موجودہ حکمرانوں نے اعلان واشنگٹن سے کیا پایا؟ کچھ بھی نہیں...... البتہ کھو بہت کچھ دیا !!

- اپنی عظمت و فتح کھودی۔
- دشمن پر واضح برتری کھودی۔
- قضیۂ کشمیر کے حل کا اِمکان ضائع کر دیا۔
- پاکستان کے وجود کو خطرات سے دوچار کر دیا۔
- دشمن کے حوصلے بلند کر دیئے۔
- بھارت کے کروڑوں مسلمانوں کے حق میں پھوٹنے والی اُمید کی کرن ختم کر دی۔
- دنیا کے سامنے اپنا جارح اور مداخلت کار ہونا تسلیم کر لیا۔
- اُن مجاہدین کا اعتماد کھو دیا جنہوں نے سر فروشی اور شجاعت کی لازوال داستانیں رقم کیں۔
- پاک فوج کے ولولوں اور جذبوں کی قدر افزائی کی بجائے، ان کی ناقدری کی اور انہیں احساسِ شکست سے دوچار کر دیا۔
- اور...... طوقِ غلامی کو اور مضبوط اور اپنی بے دست پائی کو آشکارا کر دیا۔

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ان "کامیابیوں" کو دیکھ کر...... آپ بھی شرمسار ہو، ہمیں بھی شرمسار کر !!

پس چہ باید کرد

اب ناکامی اور ذلت کا یہ تیر، جو حکمرانوں نے اعلان واشنگٹن کی صورت میں چلایا ہے، واپس تو نہیں آسکتا۔ لیکن اگر حکمران اب بھی ہوش میں آجائیں اور قرآنی فیصلے کو تسلیم کر لیں اور اس کے مطابق اپنا نصب العین متعین کر کے مناسب اقدامات بروئے کار لائیں تو مذکورہ نتائج و مضمرات کا اِزالہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ قرآنی فیصلہ یہ ہے کہ وہ اس پسپائی کو ایک وقتی حربہ سمجھ کر دشمن سے بھرپور جنگ کی تیاری کریں۔ کیونکہ حکمرانوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم یہ پسپائی اختیار نہ کرتے تو بھارت پاکستان پر حملہ کر دیتا، جب کہ ہمارے اقتصادی حالات جنگ کے متحمل نہیں تھے۔ ہمیں جنگ سے اس سے کہیں زیادہ نقصانات اُٹھانا پڑتے جو موجودہ اِقدام سے ہمیں اٹھانا پڑے ہیں۔ اگر حکمرانوں کی یہ بات

فی الواقع صحیح ہے تو اولاً تو پوری قوم کو اعتماد میں لے کر امریکہ جانا چاہئے تھا اور ثانیاً آئندہ کے لئے ایسی حکمتِ عملی اور پالیسی تیار کرنی چاہئے تھی جو جنگ سے گریز کی بجائے بھرپور جنگ کی تیاری کی آئینہ دار ہوتی۔ حکمرانوں نے ایک غلطی تو یہ کی کہ قوم کو اعتماد میں لئے بغیر اتنا بڑا فیصلہ از خود کرلیا، جو نص قرآنی ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ الشوریٰ) "مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں" کے خلاف ہے۔ لیکن اب دوسرا اِقدام مشاورت سے طے ہو سکتا ہے اور مشاورت سے ہی طے ہونا چاہئے۔ تاکہ اُس قرآنی وعید سے ہم بچ سکیں جو پسپائی اختیار کرنے والوں کے لئے بیان کی گئی ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کر کے فرمایا ہے :

﴿إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ﴾ (الانفال:۸/۱۶)

"اے مسلمانو! جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو، تو پیٹھ پھیر کر مت بھاگو، (یاد رکھو!) جو اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے گا تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کا مستحق اور جہنمی ہوگا۔ تاہم پیچھے ہٹنے کی دو صورتیں جائز ہیں: لڑائی کے لئے پینترا بدلنا مقصود ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کرنا......"

یعنی جب معرکۂ کارزار گرم ہو تو اس میں حصہ لینے والے مجاہدوں اور سپاہیوں کو پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی اور میدانِ کارزار سے پیچھے ہٹنے کی اِجازت نہیں ہے۔ ہاں لڑنے والے اگر یہ محسوس کریں کہ وہ اس مقام پر یکہ و تنہا رہ گئے ہیں، اس لئے پیچھے ہٹ کر اپنے ساتھیوں سے جا ملیں اور ان کی معیت و جمعیت کے ساتھ لڑیں یا وہ دیکھیں کہ ان کی اختیار کردہ تدبیر اور حکمت عملی مؤثر ثابت نہیں ہو رہی ہے، اس لئے اس میں تبدیلی ناگزیر ہے، چنانچہ وہ نئی حکمت عملی یا نئی چال چلنے کے لئے پیچھے ہٹیں تو پیچھے ہٹنے کی یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد اصل میں راہِ فرار اختیار کرنا نہیں ہے بلکہ زیادہ مفید اور مؤثر طریق کار اختیار کرنا ہوتا ہے۔

بنابریں حکومت اگر سمجھتی ہے کہ کارگل کی وہ صورتِ حال جو اعلانِ واشنگٹن سے قبل تھی، وہ پاکستان کے لئے یا کشمیر کے کاز کے لئے مفید نہیں تھی۔ اس کی بجائے کوئی دوسرا رستہ یا طریقہ یا حکمت عملی اختیار کی جائے تو زیادہ بہتر ہوگی اور اس عارضی پسپائی اور واپسی میں ملک و ملت کا مفاد مضمر ہے، تو حکومت کو اولاً تو دلائل سے اپنا یہ نقطۂ نظر ثابت کرنا چاہئے اور پھر نئی حکمتِ عملی کے خطوط واضح کر کے اس کے لئے مؤثر اقدامات کا آغاز ہونا چاہئے۔ یہی وہ موقف اور طریقہ ہے جسے اختیار کر کے حکومت عوام کے غیظ و غضب سے بھی بچ سکتی ہے اور عند اللہ بھی سرخرو ہو سکتی اور اس وعیدِ قرآنی سے محفوظ رہ سکتی ہے جو مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ حکومت کی طرف سے جیسے پہلے اقدام سے پہلو تہی کی جا رہی ہے،

دوسرے اقدام کی بابت بھی کسی اہتمام کا کوئی امکان نظر نہیں آرہا ہے۔ یعنی اعلانِ واشنگٹن کے بعد وزیراعظم صاحب نے قوم سے خطاب تو فرمایا ہے لیکن کارگل کی معرکہ آرائی سے پیدا ہونے والی سنگینی اور خطرناکی کی وضاحت سے وہ ابھی تک گریزاں ہیں۔ حتیٰ کہ قومی اسمبلی میں بھی اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت اُنہوں نے محسوس نہیں کی، حالانکہ اسمبلی کا اجلاس اسی مقصد کے لئے بلایا گیا تھا اور اپوزیشن اور ارکانِ اسمبلی کا شدید مطالبہ تھا کہ میاں نواز شریف خود ان تمام حالات وواقعات کی وضاحت کریں جن کی وجہ سے انہوں نے امریکہ جانے کا فیصلہ اور یکطرفہ طور پر مجاہدین کو واپس بلانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ ظاہر بات ہے کہ جب وہ اپنے پہلے اقدام ہی کی وضاحت نہیں کر رہے ہیں تو ان سے دوسرے اقدام (جنگ کی بھرپور تیاری) کی امید کیوں کر کی جاسکتی ہے؟

یہ صورتِ حال یقیناً نہایت خطرناک اور غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اگر قوم نے بھی حکومت کی اس بزدلانہ پالیسی اور غضبِ الٰہی کو دعوت دینے والی پسپائیت کے خلاف مؤثر احتجاج نہ کیا، تو وہ بھی عنداللہ برابر کی مجرم ٹھہرے گی۔ بنا بریں ضروری ہے کہ قوم اپنے شعور اور بلوغت کا ثبوت دے اور اعلانِ واشنگٹن کے خلاف ایسا بھرپور احتجاج کرے کہ حکمران اس کو واپس لینے پر مجبور اور بھارت کے ساتھ مقابلے کا عزم کرنے پر تیار ہو جائیں۔

اس مرحلے پر قوم اور حکومت نے اگر اپنے عزمِ جہاد اور جذبۂ سرفروشی کا یہ کہہ کر اظہار نہ کیا:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

تو یاد رکھئے کہ دشمن کے حوصلے بہت بلند ہو جائیں گے، جس سے قضیۂ کشمیر کا حل بھی ناممکن ہو جائے گا، بھارتی مسلمانوں کا مستقبل بھی مزید تاریک ہو جائے گا اور خود پاکستان کی بقاء وسلامتی بھی خطرات سے دوچار رہے گی، اس لئے کہ:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

وما علینا إلا البلاغ!

مدیرانِ جرائد کی خدمت میں محدث کے ذریعے ہم اُمت میں علمی ذوق کی آبیاری اور پیش آمدہ مسائل میں تحقیقی روش کی ترویج چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ اَمر خوش آئند ہے کہ بالخصوص چند ماہ سے ملک وبیرونِ ملک علمی ودینی جرائد میں محدث کے مطبوعہ مضامین کو دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ قارئین کے لئے یہ اطلاع دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ہر شمارہ کے ۲/۳ مضامین دیگر اخبارات ورسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ ہماری اپنے ان کرم فرماؤں سے گذارش ہے کہ اسلام کی درست ترجمانی کے مشن میں اس تعاون پر ہم ان کے شکر گزار ہیں لیکن انہیں اخلاقی طور پر کم از کم "ماہنامہ محدث لاہور" کا حوالہ ضرور دینا چاہئے۔ اس امر کی طرف ہمارے بعض مضمون نگاروں نے بھی ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ معاصر رسائل اس امر کا اہتمام کر کے باہمی تعاون کے نیک جذبات کو فروغ دیں گے۔ (ادارۂ محدث)